19

تم اپنے اور اپنے ہمسائیوں، دوستوں اور اولادوں کے اندر غور کرنے کی عادت پیدا کرو۔ قومی ترقی کے لیے یہ انتہائی ضروری ہے۔

(فرمودہ 12 /جون 1953ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

''آج رمضان کا آخری روزہ ہے۔ گو جنتریوں کے لحاظ سے کل آخری روزہ ہوگا لیکن چاند سے بظاہر آج ہی آخری روزہ معلوم ہوتا ہے۔ بہرحال آج درس میں قرآن کریم ختم کیا جائے گا اور قرآن کریم کے اختتام پر دعا بھی ہوگی چاہے کل روزہ ہی ہو۔ کیونکہ امکان کے لحاظ سے ہوسکتا ہے کہ کل عید نہ ہو۔ پس قرآن کریم کا درس آج ہی ختم کیا جائے گا اور اس کے اختتام پر دعا بھی ہوگی۔ مجھے سر درد کا دورہ ہے اور درد اتنا شدید ہے کہ معلوم نہیں میں دعا میں آسکتا ہوں یا نہیں۔ اس لیے میں نہایت اختصار کے ساتھ بعض باتیں بیان کر دیتا ہوں۔

ہمارے ملک میں یہ رواج ہوگیا ہے کہ لوگ سوچتے کم ہیں اور باتیں زیادہ کرتے ہیں۔ حالانکہ کوئی قوم اُس وقت تک ترقی نہیں کرسکتی جب تک کہ اُس کے افراد زیادہ نہ سوچیں اور باتیں کم نہ کریں۔ ہم مسلمان اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر چلنے کی کوشش نہیں کرتے۔ یہ بھی اس بات کی علامت ہے کہ ہم سوچتے کم ہیں اور باتیں زیادہ کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ لوگوں کو مسجد میں باتیں کرتے دیکھا تو فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح باتیں نہیں کیا کرتے تھے۔ یعنی آپ

معاملات پر غور زیادہ فرمایا کرتے تھے اور باتیں کم کیا کرتے تھے۔ جس طرح بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ تیزی سے باتیں کرتے چلے جاتے ہیں۔ آپ کا طریق ایسا نہیں تھا۔ لیکن آجکل یہ رواج پڑ گیا ہے۔ کہ لوگ باتیں زیادہ کرتے ہیں اور سوچتے کم ہیں۔ حالانکہ ذہنی اور قومی ترقی وابستہ ہے سوچنے کے ساتھ۔

ہمیں بعض دفعہ یورپین لوگوں کی کتابیں پڑھ کر شرم آجاتی ہے۔ وہ لوگ اپنی کتابوں میں جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ ایسا علم نہیں ہوتا جو سائنس کے اس گہرے مطالعہ کا نتیجہ ہو جو اُن میں پایا جاتا ہے لیکن ہم میں نہیں پایا جاتا۔ وہ جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ ایسا علم نہیں ہوتا جو جغرافیہ کے اُس گہرے مطالعہ کا نتیجہ ہو جو اُن میں پایا جاتا ہے لیکن ہم میں نہیں پایا جاتا۔ وہ ایسا علم نہیں ہوتا جو حساب کے ایسے گہرے مطالعہ کا نتیجہ ہو جو اُن میں پایا جاتا ہے لیکن ہم میں نہیں پایا جاتا۔ وہ ایسا علم نہیں ہوتا جو تاریخ کے اس گہرے مطالعہ کا نتیجہ ہو جو اُن میں پایا جاتا ہے لیکن ہم میں نہیں پایا جاتا۔ بلکہ جن باتوں سے انہوں نے استنباط کیا ہوتا ہے چاہے وہ جغرافیہ سے متعلق ہوں یا تاریخ سے وہ سائنس سے متعلق ہوں یا حساب سے اُن کا علم ہمارے پاس بھی موجود ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ لوگ ہر بات پر فکر کرتے ہیں لیکن ہمارے آدمی ان کی پروا نہیں کرتے۔ وہ گہرے مطالعہ کی وجہ سے ایسے نتائج نکال لیتے ہیں جن نتائج تک ہمارے لوگوں کے ذہن نہیں پہنچتے۔

مجھے شرم آجاتی ہے یہ دیکھ کر کہ عربی زبان کی باریکیوں، اس کے محاوروں اور اس کی بناوٹ کے متعلق وہ لوگ ایسی باتیں لکھ جاتے ہیں جو ہمارے علماء اور ادیبوں نے نہیں لکھیں۔ وہ قرآن کریم کی آیات میں جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں ان کی ایسی تحقیق بیان کر جاتے ہیں جو ہمارے مفسرین اور علماء نے بیان نہیں کی ہوتی۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ وہ لوگ دشمن ہوتے ہوئے بھی ان باتوں تک پہنچ گئے اور ہمارے لوگ دوست ہونے کے باوجود ان تک نہیں پہنچتے۔ اِس کی وجہ یہی ہے کہ ہم لوگ غور نہیں کرتے۔ وہ ہر بات پر غور کرتے ہیں اور پھر اس سے کوئی نہ کوئی نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔

صبح کی نماز کے بعد مجھے سونے کی عادت ہے۔ اُس وقت چاروں طرف سے قرآن کریم کی تلاوت کی آوازیں میرے کان میں آتی ہیں تو میرا دل یہ دیکھ کر خوش ہوتا ہے کہ لوگ قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کرتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ دیکھ کر کوفت بھی ہوتی ہے کہ یہ لوگ طوطے کی طرح پڑھ رہے ہیں اور قرآن کریم کے معانی پر غور نہیں کرتے۔ اس لیے ان پر علومِ قرآنیہ آشکار نہیں ہوتے۔ لیکن ایک عیسائی سال میں قرآن کریم کا ایک صفحہ ایک دفعہ دیکھتا ہے لیکن اِس طرح دیکھتا ہے کہ اس

سے کوئی نہ کوئی نتیجہ اور مفہوم کھینچ لاتا ہے۔ لیکن ہمارے لوگ قرآن کریم کے مطالب سے اس طرح گزر جاتے ہیں جیسے چکنے گھڑے پر سے پانی بہہ جاتا ہے اور اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ایک عیسائی مصنف سال میں صرف ایک صفحہ پڑھ کر بھی اس سے نتیجہ نکال لیتا ہے۔ چاہے وہ دشمنی سے ہی ایسا کرتا ہے۔ وہ قرآن کریم پر غور کر کے بعض اعتراض کر دیتا ہے۔ اگرچہ وہ اعتراض معمولی ہوتے ہیں۔ لیکن اُن کا جواب دینے کے لیے ہمیں غور کرنا پڑتا ہے۔ اِس سے صاف پتا لگتا ہے کہ اُس نے قرآن کریم کے اُس حصہ کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ تم شاید دو اڑھائی ہزار کی تعداد میں یہاں بیٹھے ہو۔ تم سے اگر یہ دریافت کیا جائے کہ قرآن کریم کی وہ کونسی آیات ہیں جو بظاہر ایک دوسرے کے خلاف نظر آتی ہیں تو چاہے تم نے 60,50 دفعہ قرآن کریم پڑھا ہوگا تم کہو گے ہمیں پتا نہیں۔ حالانکہ تم اُن آیات پر غور نہیں کرتے تو یہ کیونکر معلوم کرو گے کہ بظاہر اختلاف نظر آنے والا بہت بڑے پُرحکمت مضامین پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن ایک عیسائی جس نے دس بارہ صفحے پڑھے ہوں گے فوراً کہنا شروع کر دے گا کہ فلاں آیت فلاں کے خلاف ہے، فلاں آیت فلاں کے خلاف ہے۔ وہ ایک دفعہ پڑھنے کے باوجود اس سے کوئی نہ کوئی بات نکال لے گا لیکن تم سو دفعہ رٹنے کے بعد بھی اس سے کوئی بات نہیں نکال سکتے۔ کیونکہ تم قرآن کریم کو محض تبرک کے طور پر پڑھتے ہو۔ تم کہتے ہو کہ اگر کوئی شخص قرآن کریم کو پچاس دفعہ پڑھ لے تو وہ جنت میں چلا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہوتی ہے کہ پچاس دفعہ پڑھنے کے بعد بھی تم کسی نتیجہ پر نہیں پہنچتے۔ اور ایک معاند عیسائی جس نے ایک دفعہ بھی قرآن کریم نہیں پڑھا ہوتا اُس سے کوئی نہ کوئی مطلب نکال لیتا ہے۔ چاہے وہ دشمنی کے نتیجہ میں ہی ہو۔

پھر سورتوں کی ترتیب ہے۔ ہمارے علماء اور مفسرین میں سے جو لوگ چوٹی کے گنے جاتے ہیں اور جن کے نام کے آگے ہمارے سر اَدب سے جُھک جاتے ہیں وہ بھی اِس کی ترتیب کو نہیں سمجھ سکے۔ لیکن جرمن مستشرق نولڈکے 1 لکھتا ہے کہ میں نے پہلے قرآن کریم کو پڑھا تو یہ سمجھا کہ یہ ایک بے جوڑسی کتاب ہے۔ لیکن آخری عمر میں جا کر اس نے یہ لکھا کہ گہرے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ میں نے جو کچھ لکھا تھا وہ غلط تھا۔ قرآن کریم کی آیات میں ایک زبردست مفہوم ملتا ہے 2 باوجود اِس کے کہ وہ دشمن تھا اور باوجود اس کے کہ وہ کئی بار اس کے خلاف لکھ چکا تھا وہ قرآنی مطالب کی ترتیب کا اقرار کرتا ہے۔ اُس نے تو ایک آدھ دفعہ قرآن کریم پڑھا ہوگا لیکن تم تو سال میں دس بارہ دفعہ قرآن کریم پڑھ جاتے ہو۔ رمضان میں ہی قریباً ہر ایک کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ پانچ، چھ، سات یا

آٹھ دفعہ قرآن کریم پڑھ جائے۔اب جتنا قرآن کریم رمضان میں تم پڑھ لیتے ہونولڈکے نے ساری عمر میں نہیں پڑھا ہوگا۔لیکن وہ اِس نتیجہ پر پہنچ گیا کہ جو بات اُس نے پہلے لکھی تھی وہ غلط تھی۔قرآن کریم میں زبردست ترتیب موجود ہے۔اور پھر اُس نے اپنے اِس دعویٰ کے دلائل بھی دیئے ہیں کہ میں نے جو نتیجہ پہلے نکالا تھا وہ غلط تھا۔ میں نے سمجھا تھا کہ بڑی سورتیں پہلے رکھ دی گئی ہیں اور چھوٹی سورتیں بعد میں ۔لیکن اب مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ کئی بڑی سورتیں بعد میں رکھی گئی ہیں اور چھوٹی سورتیں پہلے آ گئی ہیں۔اوراس کے علاوہ اُس نے اَور بھی کئی نتائج نکالے ہیں۔

پس تم اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو۔اگرتم نے اپنے نفس کے اندراور اِس دنیا کے اندر تبدیلی پیدا کرنی ہےتو تم اپنے دماغ میں بھی تبدیلی پیدا کرو۔تم سوچنے کی عادت ڈالو۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی یہ علامت بیان فرمائی ہے کہ وہ واقعات سے گزرجاتے ہیں اورانہیں ان کا احساس تک نہیں ہوتا 3۔تم بھی واقعات سے یونہی گزرجاتے ہواوران سے سبق حاصل نہیں کرتے۔

یہی واقعات جو پچھلے دنوں ہوئے ہیں۔اگراُن کے متعلق سوال کیا جائے تو تم میں سے سو کے سو آدمی کوئی جواب نہیں دے سکیں گے۔حالانکہ ان واقعات سے کئی نتائج نکلتے ہیں۔تم اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکو گے کہ خدا تعالیٰ کا فضل ہؤا کہ ہماری جماعت محفوظ رہی۔لیکن ان واقعات کے کیا کیا اسباب تھے؟ کس کس طرح آگ لگائی گئی تھی؟ کس وجہ سے ان لوگوں میں تنظیم پیدا ہوگئی تھی؟ کس وجہ سے یہ زہر سارے ملک میں پھیل چکا تھا؟ پھر وہ کون کونسے ذرائع تھے جن کی وجہ سے یہ فتنہ ختم ہوگیا؟ اوراب کن صورتوں میں ان واقعات کے آئندہ دوبارہ پیدا ہونے کا احتمال ہے؟ یہ ساری باتیں ان واقعات سے نکلتی ہیں۔لیکن تم نے ان پر غور نہیں کیا۔اگر یہ واقعات دوبارہ رونما ہوئے تو تم کہو گے ہمیں تو ان کا پتا نہیں تھا۔حالانکہ تمہیں انکا پتا ہونا چاہیے تھا۔تم پر پانچ چھ دفعہ یہ واقعات گزر چکے ہیں۔

تمہاری مثال تو شیخ چلّی کی سی ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ایک دفعہ جس ٹہنی پر بیٹھا تھا اُسے ہی کاٹنے لگ گیا۔اُس کے پاس سے کسی گزرنے والے نے کہا کہ تم گر جاؤ گے۔تم اُسی ٹہنی کو کاٹ رہے ہوجس پر تم بیٹھے ہو شیخ چلّی نے کہا بڑا پیغمبر آیا ہے تُو۔ تجھے کیسے پتا لگا کہ میں گر جاؤں گا۔حالانکہ یہ تو ایک بچہ بھی جانتا ہے کہ جس ٹہنی پر کوئی بیٹھا ہوا گر اُسے کاٹ دیا جائے تو وہ نیچے گر جائے گا۔تمہاری حالت بھی وہی ہے۔جو شیخ چلی کی تھی۔تمہارے سامنے سے ایک چیز گزرتی ہے اورتم کہتے ہو اوہو! یہ کیا ہوگیا۔ حالانکہ تمہیں اُس کا پہلے سے علم ہوتا ہے۔فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ تم میں غور کرنے کی عادت نہیں ہوتی۔تم

نے سوچا نہیں ہوتا۔ تم نے اپنی آنکھیں نہیں کھولی ہوتیں۔ پس تم ہر بات پر سوچنے کی عادت ڈالو۔ غور کرنے سے ہی لوگ فلاسفر اور صوفی بن جاتے ہیں۔

صوفی اور فلاسفر میں صرف یہ فرق ہے کہ صوفی، مذہب اور خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے والی باتوں کے متعلق غور کرتا ہے اور فلاسفر دنیا کی باتوں میں غور و فکر کرتا ہے۔ ہوتے دونوں ایک ہی ہیں۔ صوفی خدا تعالیٰ کی باتوں، اُس کے قانون، سنت، احکام، تقدیروں اور اُس کے کلام پر غور کرتا ہے اور فلاسفر دنیا پر غور کرتا ہے۔ جب کوئی شخص پیدائشِ عالَم پر غور کرتا ہے اور اس سے نتیجہ نکالتا ہے تو وہ فلاسفر کہلاتا ہے۔ اور جب کوئی شخص شریعت اور قانونِ شریعت پر غور کرتا ہے تو وہ صوفی کہلاتا ہے۔ لوگوں نے یونہی صوفیاء کے متعلق بیہودہ باتیں بنالی ہیں۔ اور کہتے ہیں صوفی وہ ہوتا ہے جو صوف کا کپڑا پہنے۔ تم اس کے معنے صوف کا کپڑا پہننے والے کے لے لو یا دل صاف رکھنے والے کے۔ بہرحال جو صوف کے کپڑے پہن لیتا ہے وہ بھی دنیا سے الگ ہو جاتا ہے اور صرف خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ پس تم کوئی معنے لے لو۔ اصل بات یہی ہے کہ جو دنیا سے قطع تعلق کر کے خدا تعالیٰ کی باتوں پر غور کرنے لگ جائے وہ صوفی ہے۔ اور جو شخص قانونِ قدرت پر غور کرے وہ فلاسفر ہے۔ فلاسفر کی زندگی بھی ایسی ہوتی ہے کہ وہ دنیا کی عیاشی میں بہت کم حصہ لیتا ہے۔ حالانکہ فلاسفروں میں سے کئی ایسے بھی تھے جو خدا تعالیٰ کی ہستی کے منکر تھے۔ اور بعض ایسے بھی تھے جو کہتے تھے کہ اِس دنیا سے جتنا بھی فائدہ اٹھایا جائے کم ہے۔ لیکن وہ صرف ایک طرف لگ جاتے تھے اور باقی چیزوں سے منہ موڑ لیتے تھے۔

آج ہی میں اپنی ایک بچی کو ایک قصہ سنا رہا تھا کہ بچپن میں ہم پڑھا کرتے تھے کہ سکندر ایک جگہ دورہ کرتے ہوئے پہنچا۔ وہاں اُسے ایک فلسفی دیوجانس کلبی<u>4</u> کا پتا لگا۔ اُس کا جی چاہا کہ وہ اُس کی زیارت کرے۔ چنانچہ وہ اس فلسفی کے پاس گیا۔ وہ دھوپ سینک رہا تھا۔ سکندر نے خیال کیا کہ فلسفی اس سے خود بات کرے گا اور مجھ سے جو کچھ مانگے گا میں اسے دوں گا۔ لیکن وہ فلسفی چپ کر کے بیٹھا رہا اور سکندر سے اُس نے کوئی بات نہ کی۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد سکندر نے خیال کیا کہ وہ خود کوئی بات شروع کرے۔ چنانچہ اس نے فلسفی کو مخاطب کر کے کہا میں نے آپ کے متعلق سنا تھا اس لیے آپ سے ملنے آ گیا۔ میری خواہش ہے کہ آپ مجھ سے کچھ مانگیں تو میں آپ کی ضرورت کو پورا کروں۔ اُس فلسفی نے کہا اَور تو میری کوئی خواہش نہیں صرف اِتنی خواہش ہے کہ میں دھوپ سینک رہا تھا آپ سورج کے

سامنے آ کر کھڑے ہو گئے آپ میرے آگے سے ہٹ جائیں۔ چنانچہ سکندر سورج کے آگے سے ہٹ گیا۔

تو دیکھو! اُس فلسفی نے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو یہی کیا کہ میں دھوپ سینک رہا ہوں تم آگے سے ہٹ جاؤ۔ حالانکہ وہ بزرگ نہیں تھا، وہ کوئی خدا رسیدہ نہیں تھا۔ لیکن وہ دنیا چھوڑ چکا تھا۔ وہ سوچنے میں لگا ہوا تھا اور دوسری باتوں کے لیے اُس کے پاس کوئی وقت نہیں تھا۔ غرض چاہے کوئی فلسفی سائنس سے متعلق امور پر غور کر رہا ہو۔ یا حساب میں غور کر رہا ہو عیاشی کی زندگی سے وہ منہ موڑ لے گا۔

اِسی طرح اقلیدس5 کے متعلق آتا ہے کہ وہ کسی مسئلہ کے متعلق سوچ رہا تھا لیکن پوری بحث اُس کے ذہن میں نہیں آتی تھی۔ ایک دفعہ وہ نہا رہا تھا کہ سوچتے سوچتے وہ بات حل ہو گئی اور وہ اِسی محویت میں ننگا ہی باہر نکل آیا۔ اور کہنے لگا میں نے پا لیا میں نے حل کر لیا۔ لوگوں نے کہا تمہیں کیا ہو گیا تم تو ننگے ہی باہر پھر رہے ہو؟ اُس نے کہا مجھے تو اِس کا خیال ہی نہیں رہا۔ میں تو اِسی خوشی میں کہ میرا مسئلہ حل ہو گیا باہر دوڑ پڑا 6۔ اَب دیکھو اقلیدس قرآن کریم پر غور نہیں کر رہا تھا۔ وہ تورات اور انجیل پر غور نہیں کر رہا تھا۔ وہ صرف ایک دنیوی چیز پر غور کر رہا تھا لیکن اِسی غور میں وہ دنیا وَمَا فِیْھَا سے غافل ہو گیا۔ غور و فکر کرنے کا یہ لازمی نتیجہ ہوتا ہے کہ انسان محو ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ تو اِس قدر محو ہو جاتے ہیں کہ اُنہیں اپنے قریب کے ماحول کا بھی پتا نہیں لگتا۔

پس تم غور کی عادت ڈالو اور جو واقعہ تمہاری نظر کے سامنے آئے یا تمہاری قوم اور ملک سے گزرے اُس پر غور کرو۔ عیسائی اِس بات پر غور کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے بعد خلافت کے بارہ میں مسلمانوں میں کیوں جھگڑا پیدا ہو گیا لیکن تم اِس بات پر غور نہیں کرتے۔ حالانکہ اُن کو اسلام سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ تم عیسائیوں کی کتابیں پڑھو تو تمہاری آنکھیں کھل جائیں۔ انہوں نے غور کر کے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ اسلام میں تنزل کیوں پیدا ہوا۔ لیکن تم نے اس پر کبھی غور نہیں کیا کہ کبھی وہ زمانہ تھا کہ تم دنیا کے فاتح تھے لیکن اب تم نکمے ہو گئے ہو۔ اِس کی کیا وجہ ہے؟ تمہارے عالم بھی جاہل ہیں اور جاہل بھی جاہل ہیں۔ تمہاری حِس ماری گئی ہے، تمہاری اُمنگیں ماری گئی ہیں۔ آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم عضوِ معطّل ہو گئے ہو؟ اِس کی وجہ یہی ہے کہ تم سوچتے نہیں ہو۔ لیکن عیسائی اس بات پر غور کر رہے ہیں؟ جس کی غرض یہ ہے کہ تم مرو اور تمہارا نام مٹ جائے۔ وہ تو غور کر رہے ہیں اور تمہیں اس بات پر غور کرنے کا احساس نہیں۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے۔ حالانکہ دماغ اُن کو بھی ملا ہے اور تمہیں بھی۔ وہ امریکہ اور انگلستان میں بیٹھے ان باتوں

پر غور کر رہے ہیں لیکن تم بے حس ہو کر بیٹھے ہو۔ یہ ایسی باتیں تھیں کہ اگر تم ان باتوں پر غور کرتے تو اُن سے اچھے نتائج پر پہنچتے کیونکہ اُن کے نتائج میں تعصب پایا جاتا ہے۔ وہ رنگین عینک سے دیکھتے ہیں لیکن تم انصاف سے ان باتوں پر غور کرو گے۔ اگر تم غور کرتے تو تمہارے نفس کی بھی آہستہ آہستہ اصلاح ہو جاتی۔ جیسے کوئی شخص اچانک تمہاری طرف انگلی کرے تو تم ڈر جاتے ہو اور پیچھے ہٹ جاتے ہو، تمہیں یہ فکر ہوتا ہے کہ کہیں تمہیں نقصان نہ پہنچ جائے۔ اِسی طرح اگر تم غور کرتے تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ تمہارا کینہ، کپٹ، ظلم، چوری، حرام خوری، فریب اور دھوکا بازی تمہاری قوم کو تباہ کر رہی ہے۔

تم قوموں کی دوڑ میں پیچھے جا رہے ہو۔ تم پر کسی قوم کو اعتبار نہیں رہا۔ دنیا میں حکومتیں قائم ہو رہی ہیں لیکن تم حکومت میں آتے ہو تو بے ایمانیاں کرتے ہو۔ تم بے ایمانوں کی روپے اور سفارش سے مدد کرتے ہو۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمہاری قوم ترقی نہیں کرتی اور دوسری قومیں لازماً تم پر حاکم ہو جاتی ہیں۔ اگر تم غور کرنے لگ جاؤ گے تو لازماً تمہارا نفس اِن باتوں سے انکار کرنے لگ جائیگا۔ آخر وجہ کیا ہے کہ ایک یورپین اور ایک امریکن بے ایمانی نہیں کرتا لیکن تم میں بے ایمانی پائی جاتی ہے۔ تم میں علمِ قرآن ہے لیکن تم اس پر عمل نہیں کرتے۔ لیکن ایک یورپین اور ایک امریکن اس پر عمل کرتا ہے۔ وہ قرآن کریم کی خاطر اس پر عمل نہیں کرتا بلکہ اس لئے عمل کرتا ہے کہ اس نے اس پر غور کر لیا ہے۔ فکر کر لیا کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو میں بھی تباہ ہو جاؤں گا اور میری قوم بھی تباہ ہو جائے گی۔ اس نے سوچنے کے بعد یہ نکتہ معلوم کر لیا ہے کہ اخلاقِ فاضلہ کے بغیر کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی اور کوئی فرد قوم کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ پس اُس پر یہ بات حل ہو گئی ہے۔ لیکن تمہیں اس بات کا پتا نہیں لگ سکا۔ تم سمجھتے ہو کہ دس روپے کسی سے لے لئے اور پھر اُسے واپس نہ کئے تو کیا ہوا۔ لیکن تمہیں پتا نہیں ہوتا کہ دس روپے نہ دینے سے تمہاری قوم دس سال پیچھے جا پڑی ہے۔ اور جب قوم دس سال پیچھے جا پڑے گی تو تمہاری نسل سو سال پیچھے جا پڑے گی۔ قوم کی ترقی اخلاقِ فاضلہ پر منحصر ہے۔ اور تمہاری ترقی تمہاری قوم کی ترقی پر منحصر ہے۔ تم اگر سوچتے تو یورپین اور امریکن لوگوں سے زیادہ فائدہ حاصل کر لیتے۔ لیکن حقیقی نتائج پر غور کرنے اور پھر اُن پر عمل کرنے کا موقع آتا ہی نہیں۔ تم کام کے متعلق تقریریں کرو گے۔ لیکن جب کام کا موقع آئے گا تو تم لمبی تان کر سو جاؤ گے۔

فسادات ہوئے۔ تمہیں ماریں پڑ رہی تھیں اور مجھے شکایات آ رہی تھیں کہ فلاں شخص گھر چھوڑ کر بھاگ گیا اور اس کی تجارت کو اور اُس کے مکان کو نقصان پہنچ گیا۔ گویا وہ شخص یہ سمجھتا تھا کہ

دوسرا شخص اُس کے گھر کی حفاظت کرے گا۔ یہ کتنی شرم کی بات ہے کہ ایک نیم پاگل کو بھی اگر سمجھاؤ کہ اگر تمہیں اپنی جان بچانے کا شوق ہے تو دوسرے شخص کو اپنی جان بچانے کا خیال کیوں نہ ہوگا۔ تو وہ یہ بات سمجھ جائے گا۔ پھر اگر وہ شخص بھی چلا جائے تو تجارت اور مکان کی حفاظت کے لیے وہاں کون رہے گا۔ یہ سوچنے والی بات تھی۔ لیکن تمہارا دماغ خراب تھا۔ تمہیں فکر کرنے کی عادت نہیں تھی۔ تم نے پاگلوں کی سی حرکت کی۔ بلکہ ایک پاگل بھی بعض دفعہ ایسی باتیں سوچ لیتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سے ایک دفعہ ایک رشتہ دار نے دردِ شکم کی شکایت کی۔ آپ نے اُس سے کہا کہ تم ذرا لیٹ جاؤ تا میں معلوم کروں کہ تمہارے پیٹ میں سُدّہ تو نہیں۔ جب آپ نے اُس کے پیٹ کو انگلی سے دبایا تو وہ ہُو ہُو کر کے اُٹھ بیٹھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل حیران ہوئے کہ اسے کیا ہوا۔ پوچھنے پر اُس نے کہا کہ آپ کی توجہ بڑی زبردست ہے۔ جب آپ دبانے لگے تھے تو آپ اگر ذرا زیادہ توجہ کرتے تو انگلیاں میرے پیٹ میں چلی جاتیں۔

غرض اپنے نفع اور نقصان کو سمجھنے کا مجنونانہ قسم کا مادہ اس کے اندر بھی پایا جاتا تھا۔ لیکن تمہاری یہ حالت تھی کہ تم کھلے جا رہے تھے، بڑوں اور چھوٹوں میں تمہارے خلاف جوش تھا۔ لیکن تم میں سے بعض یہ کرتے تھے کہ مکان اور دکان چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے اور اُن کے مکان اور اُن کے کاروبار کو نقصان پہنچ جاتا تھا۔ اگر اس حالت میں کسی کے مکان پر دو سو آدمی حملہ کرنے آجائے تو انہیں روکنے والا کون ہوگا۔ اگر تم ہمسایہ سے اُمید رکھو کہ وہ تمہاری جائیداد کی حفاظت کرے تو وہ کہے گا تم بھی چلے گئے تھے اور محض بہانہ بنا کر مجھے اکیلا چھوڑ گئے تھے۔ میں نے بھی تم کو چھوڑ دیا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ وہ تمہاری حفاظت کرے اور تم اُس کی حفاظت نہ کرو۔ ایسے ہی لوگوں کے بھاگنے کی وجہ سے اب تک پچاس ہزار مسلمان عورتیں مشرقی پنجاب میں ہیں۔ اگر مسلمان سوچتے اور دشمن کے مقابلہ میں کھڑے ہو جاتے تو مشرقی پنجاب میں ایک کروڑ مسلمان تھے۔ ان پر حملہ کرنے کی کسی میں طاقت نہ تھی۔ اگر دشمن حملہ کرتا تو مہینوں لڑائی ہوتی اور اس سے سارے ملکوں میں شور پڑ جاتا اور تمہاری مدد کو غیر ملکی فوجیں بھی آجاتیں۔ اب تو ساری قومیں یہ سمجھتی تھیں کہ کچھ لوگ بے شک مارے جا رہے ہیں لیکن دوسرے لوگ بھاگ کر دوسرے علاقہ میں جا رہے ہیں اور اس طرح امن قائم ہو رہا ہے۔ ہمارا کیا نقصان ہے۔ امن خراب ہونے کا خطرہ تو تب تھا جب یہ لوگ لڑتے۔ اب یہ لوگ بھاگ جائیں گے تو امن قائم ہو جائے گا۔

پس تم اپنے اندر غور کرنے کی عادت پیدا کرو اور اپنے ہمسایوں، دوستوں اور اپنی اولادوں میں

بھی غور کی عادت پیدا کرو۔ تا تم میں سے ہر شخص فلاسفر بن جائے اور اُس پر جو سوال ہو اُس کا وہ معقول جواب دے۔ اب تو تم قریب کے سوالوں کا بھی جواب نہیں دے سکتے۔ اس لیے تم دنیا کی نظروں میں بھی ذلیل ہو اور خدا تعالیٰ کی نظروں میں بھی ذلیل ہو۔" (الفضل یکم جولائی 1953ء)

1: نولڈکے: (THEODOR NOLDEKE)(1836-1930) ایک ممتاز جرمن مستشرق جو اپنے وقت میں سامی زبانوں کا سب سے بڑا ماہر تسلیم کیا جاتا تھا۔ سامی زبانوں کے علاوہ اس نے ایران کی قدیم تاریخ اور اسلامی مذہب اور تاریخ کے متعلق بھی محققانہ کتابیں لکھیں۔ اس نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ سٹراس برگ (STRASSBURG) کی یونیورسٹی میں ایک نامور پروفیسر کی حیثیت سے گزارا اور بہت سے لائق شاگرد پیدا کئے۔ اسکی تالیف میں سے ''تاریخ القرآن'' خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ اس نے شاھنامہ فردوسی پر ایک مطول مقالہ لکھا تھا جسے پروفیسر محمد اقبال نے اردو میں منتقل کر دیا تھا۔

(اردو جامع انسائیکلو پیڈیا جلد 2 صفحہ 1759 مطبوعہ لاہور 1988ء)

2: انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا زیر لفظ ''قرآن''

3: وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ. (یوسف: 106)

4: دیو جانس: (Diogenes) تقریباً 412-323 ق م یونانی کلبی فلسفی۔ وہ ایتھنز میں رہتا تھا جہاں اس نے ایک ٹب میں رہ کر سادہ زندگی بسر کرنے کے عقیدے پر زور دیا۔ جب سکندر اعظم نے ازراہِ اخلاق پوچھا کہ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں؟ تو اس فلسفی نے جواب دیا۔ ''آپ میرے لئے فقط دھوپ چھوڑ دیجئے'' سکندر کا سایہ اُس وقت دھوپ روک رہا تھا۔ کہتے ہیں کہ دیو جانس روزِ روشن میں لالٹین لے کر ''انسان'' (یعنی صحیح انسانی نیکیوں کا مظہر) کی تلاش میں نکلا کرتا تھا۔

(اردو جامع انسائیکلو پیڈیا جلد 1 صفحہ 614 مطبوعہ لاہور 1987ء)

5: اقلیدس: (EUCLID) یونانی ماہر ریاضیات جس نے تقریباً 330 ق م کا زمانہ پایا۔ اپنی تصنیف ELEMENTS (مبادی) کی وجہ سے مشہور ہے جو موضوعہ اصولوں، قاعدوں اور اثباتی و عملی مسئلوں کا مجموعہ ہے۔ یہ اقلیدسی ھندسے (EUCLIDEAN GEOMETRY) کی بنیاد اور نظریہ اعداد میں بہت اہم ہے۔ (اردو جامع انسائیکلو پیڈیا جلد 1 صفحہ 114 مطبوعہ لاہور 1987ء)

6: Wikipedia The Free Encyclopedia Underword"Archimedes" کے مطابق یہ واقعہ ارشمیدس (Archimedes) کا ہے۔